تعارف وتبصرہ

ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی*

''اظہارِ دین''

مصنف: مولانا وحید الدین خاں

ناشر: 1-نظام الدین ویسٹ نئی دہلی گڈورڈ بکس 110013

صفحات: 719

مولانا وحید الدین خان ہمارے دور کے ایک صاحب طرز ادیب، انشاء پرداز اور صاحب اسلوب مفکر و مصنف اور داعی دین ہیں۔ مولانا کی سب سے بڑی خصوصیت مغرب کا وسیع مطالعہ ہے جس میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ بد قسمتی سے مولانا مسلمانوں کے درمیان بعض سیاسی اسباب سے ایک متنازعہ شخص بنے رہے ہیں تاہم ان کے قلم کی تازگی، طبع کی جولانی اور عصری اسلوب میں مضامین تازہ کی آمد میں کوئی کلام نہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ ان کے حلقہ میں یہ احساس بڑھا ہے کہ مولانا کی متفرق ومنتشر تحریروں کو متعینہ موضوعات کے تحت یک جا کر دیا جائے اور حتی الامکان نزاعی بحثوں کو نہ چھیڑا جائے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں پہلے کتاب معرفت آئی اور اب اسی سلسلہ کی دوسری کڑی اظہار دین کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ ان دونوں کتابوں کو میری معلومات کے مطابق مولانا کے معاون خاص مولانا محمد ذکوان ندوی نے جمع کیا ہے۔ اظہارِ دین دراصل عصری اسلوب میں اسلام کا علمی وفکری مطالعہ ہے۔ یہ کتاب تین ابواب میں منقسم ہے۔ پہلا باب خدا کی طرف: جدید سائنس کی روشنی میں خدا کے وجود کا اثبات ہے۔ دوسرا باب اسلام اور عصر حاضر ہے۔ اس میں مصنف نے فکر مغرب کی وضاحت کی ہے ساتھ ہی قرآن کا تصورِ تاریخ کیا ہے اس سے بھی بحث کی ہے۔ تیسرا باب اسلام اکیسویں صدی میں مختلف عنوانات کے تحت داعیان دین کے لیے لائحہ عمل اور طریقۂ کار کی رہنمائی ہے۔ خود مولانا کے اپنے الفاظ میں یہ کتاب'' اسلامی تعلیمات کی عقلی تبیین Rational Interpretation کے پہلو سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ اسلام کی اصل آئڈیالوجی کو اس طرح واضح کیا جائے کہ وہ آج کے ذہن کے لیے قابل فہم Understandable بن سکے۔'' (آغاز کلام)۔

سائنس اور الحاد، جدید الحاد ایک تجزیہ، دور شرک اور دور الحاد، دور سائنس اور مذہب، حیاتیاتی ارتقا کا نظریہ، گاڈ پارٹیکل، مذہب اور سائنس، اسلام اور جدید مغربی تہذیب مغربی کلچر، ماڈرن ایج اور اسلام، انسانی تاریخ کی تعبیر،

*ڈائرکٹر فاؤنڈیشن فار اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی

قرآن کا تصورِ تاریخ، فکری مستوی کے مطابق خطاب، عصری تقاضے چند قابلِ غور پہلو، تخلیق انسانی کا مقصد، خلافت کا تصور، قیامت کے دروازے پر، تاریخ انسانی کا خاتمہ اور زندگی کا مقصد وغیرہ اس کتاب کے بڑے اہم مباحث ہیں۔ ایک بحث میں مصنف نے بتایا ہے کہ تاریخ انسانی میں دو عظیم فکری انقلابات آئیں گے جن میں پہلا انقلاب صحابہ کرام سے تعلق رکھتا ہے جبکہ دوسرے انقلاب کو مصنف اخوان رسول کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس تقسیم کی بازگشت مولانا کی نئی تحریروں میں بار بار ہو رہی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جس حدیث سے اس سلسلہ میں استدلال کیا جا رہا ہے وہ سادہ معنوں میں صحابہ کے بعد آنے والے سبھی لوگوں کو اخوان کے لفظ سے تعبیر کرتی ہے۔ جس میں تابعین و تبع تابعین بھی آجاتے ہیں۔ اس میں کسی خاص گروہ کو کوئی خاص رول دینے کی بات کہیں نہیں کہی گئی ہے۔ پھر اسلامی تاریخ کو دو دوروں اصحابِ رسول اور اخوان رسول میں کیونکر تقسیم کیا جا سکتا ہے؟

مولانا وحیدالدین خاں کے نزدیک جدید تہذیب کے تین پہلو ہیں۔ ا۔ جدید سائنسی دریافتیں: یہ ان کے نزدیک اسلام سے مطابقت رکھتی ہیں۔ ۲۔ جدید کلچر: جس میں بعض چیزیں اسلام سے مطابقت رکھتی ہیں مثلاً آزادی اظہار رائے اور بعض اس سے مغایر ہیں مثال کے طور پر عریانیت و فحاشی ۳۔ جدید فلسفیانہ افکار: مثلاً ڈاورن کا فلسفہ ارتقاء۔ مولانا اس تیسرے پہلو یعنی فلسفیانہ افکار کو کلیۃً مسترد کرتے ہیں۔ ارتقاء کا نظریہ ان کے نزدیک مغالطوں پر مبنی ہے اور قطعی طور پر غیر سائنسی نظریہ ہے۔ جدید کلچر کی غیر اسلامی چیزوں کو مصنف مسترد کرتے ہیں لیکن نمبر ایک یعنی سائنسی دریافتوں کو وہ قبول کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صفحہ 288 تا 292)۔

یہ بھی واضح رہے کہ سائنس سے مراد مولانا کی نظریاتی سائنس ہے جس کو وہ کہتے ہیں کہ: ''نظریاتی سائنس کامل طور پر معرفت کی سائنس ہے'' جس میں آج کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ بیسویں صدی میں اس سائنس میں قابل ذکر پیش رفت ڈاکٹر عبدالسلام 1996-1926 اور سر جیمس جینز -18771946 نے کی تھی۔ ڈاکٹر عبدالسلام سے پہلے فزکس اور طبیعات کی دنیا میں سائنس دانوں نے یہ مان لیا تھا کہ چار طاقتیں ہیں جو کائنات کو کنٹرول کرتی ہیں۔ یوں گویا خدا کی ضرورت ان سائنس دانوں کی نظر میں نہیں رہ گئی تھی۔ مگر ڈاکٹر عبدالسلام نے ''خالص ریاضیاتی بنیاد پر یہ ثابت کیا کہ کائنات کو کنٹرول کرنے والی طاقتیں چار نہیں تین ہیں اسی تحقیق پر ان کو نوبل پرائز دیا گیا''۔ اور اس کے بعد نظریاتی سائنس میں سب سے بڑا کارنامہ برطانوی سائنس داں اسٹیفن ہاکنگ (1942) کا ہے جس نے اپنی single string theory کے ذریعہ گویا توحید کو پوری طرح ثابت کر دیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ ایک ہی قوت ہے جو پوری کائنات کو کنٹرول کرتی ہے۔ (صفحہ:102) سائنس کی دوسری قسم عملی یا ٹیکنیکل سائنس ہے جس کو انطباقی applied science بھی کہتے ہیں اور جو آج دنیا میں ساری ٹیکنالوجی کی ترقیوں کی بنیاد، جدید مشینی تہذیب کی جنم داتا اور سارے شر و فساد کی جڑ ہے۔ مانزم یا وحدت الوجود (ادویت واد) اور آواگون (Cycle of life) پر بھی مولانا نے مختصر طور پر کلام کیا ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ مغرب دور میں مقبول تصور انسانی پروری پر بھی گفتگو کی ہے۔ وہ

کہتے ہیں کہ نظریہ ہیومن ازم کا خلاصہ یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان ہی سب کچھ ہے انسان کے اوپر کوئی اور طاقت موجود نہیں۔ ہیومن ازم کے نظریہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے سیٹ کی منتقلی خدا سے انسان کی طرف (Transfe of seat from God to man)۔ ان نظریات کو انہوں نے مؤثر اور طاقت ور دلائل سے رد کیا ہے۔ (دیکھیں صفحہ 184-185)

اس کتاب میں مختلف عنوانات کے تحت جدید فکر، جدید سائنس اور جدید مادی افکار پر مولانا نے روشنی ڈالی ہے۔ اور خذ ما صفا اور دع ما کدر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے مفید چیزوں کو لے لیا ہے اور مضر چیزوں کو مسترد کیا ہے۔ اس لیے اسلامی علوم کے طلبہ، علماء کرام اور داعیان دین کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس کتاب سے وہ جدید تہذیب اور مغربی فکر سے اچھی طرح واقف ہو جائیں گے اور اس کے مفید و مضر دونوں پہلوؤں سے ان کو آگاہی حاصل ہوگی۔ مولانا نے لکھا ہے کہ جدید الحاد کے پیچھے یوں تو بہت سے اذہان کام کر رہے ہیں لیکن بنیادی طور پر چار مفکرین کو اس میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ چار ہیں: آئزاک نیوٹن، چارلس ڈارون، سگمنڈ فرائڈ اور کارل مارکس، مولانا نے ان چاروں اور ان کے نظریات کے بارے میں مختصر اور جامع طور پر جو کچھ لکھ دیا ہے وہ بصیرت افروز ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ 99-95)۔ ان کے بارے میں مولانا مزید لکھتے ہیں:

> ''وہ چیز جس کو جدید فکر modern thought کہا جاتا ہے اس کے چار نظریاتی ستون ہیں۔ یہ چار نظریاتی ستون خالص علمی اعتبار سے ابھی تک غیر ثابت شدہ ہیں لیکن یہی چار نظریات دنیا کے ذہن پر چھائے ہوئے ہیں دنیا کی بیشتر آبادی کے لیے یہ چار نظریات گویا سیکولر عقیدہ Secular belief کی حیثیت رکھتے ہیں۔...... ان میں سے ایک نظریاتی ستون وہ ہے جس کو نظریہ ارتقاء evolution theory کہا جاتا ہے جس کے تحت موجودہ زمانہ میں تمام حیاتیاتی مظاہر کی توجیہ کی جاتی ہے ...... دوسرا نظریاتی ستون وہ ہے جس کو اصول تعلیل principle of causation کہا جاتا ہے اور جس کے تحت تمام طبیعی واقعات کی توجیہ کی جاتی ہے۔...... تیسرا نظریاتی ستون وہ ہے جس میں انسانی شخصیت کی توجیہ خواہش کی بنیاد پر کی جاتی ہے یعنی مبنی برخواہش فکر desire-based thinking۔ اس نظریہ کے مطابق انسان کے اندر جو خواہش ہے، وہ اس کی شخصیت کی تشکیل کرتی ہے ...... چوتھا نظریاتی ستون وہ ہے جو کارل مارکس کے افکار پر مبنی ہے۔ اس کے نظریاتی ستون کو میں اپنے الفاظ میں مبنی برنظام فکر system- based thinking کہوں گا'' (صفحہ 608 باختصار)

مولانا نے لکھا ہے: یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان پوری تاریخ میں بے خبری کے اندھیروں میں بھٹکتا رہا ہے۔ انسان کی اس بے خبری کو تین عنوان کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ آئیڈیل ازم Idealism

۲۔ بہیویرازم Behaviourism

۳۔ یوٹلٹیرین ازم (افادیت) Utilitarionism مؤخرالذکرکو آسان لفظوں میں کھاؤ پیو اور خوش رہو کہا جاسکتا ہے جس کی ترجمانی بابر نے یوں کی تھی کہ: بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ اس کے بعد انہوں نے جامع ومرکز انداز میں ان تینوں چیزوں کو انسانی تاریخ کے تناظر میں جائزہ لیا ہے۔

عقل ووحی کے بارے میں مولانا نے ایک بڑی خوبصورت بات کہی ہے: ''عقل reason اور وحی revelation کو ایک دوسرے کا حریف بتانا بلاشبہ ایک غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وحی ایک مستقل ذریعہ علم ہے جبکہ عقل بذات خود کوئی ذریعہ علم نہیں۔ خود وحی کی صحت پر جب کوئی شخص یقین کر لیتا ہے تو وہ بھی یہی کرتا ہے کہ اپنی خداداد عقل کو استعمال کر کے اس پر غور کرتا ہے اور یقین کے درجہ میں پہنچ کر وہ وحی کی صداقت کو دریافت کرتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا درست ہوگا کہ عقل وحی کی مددگار ہے نہ کہ وحی کی مدمقابل'' (صفحہ 115)

کتاب میں بعض ان خیالات کا اظہار بھی کیا گیا ہے جس میں اہل علم کی دورائیں ہوسکتی ہیں۔ مولانا کے اپنے مخصوص تصور دین اور اصلاح ملت یا احیاء دین اور دعوتِ دین کی جھلکیاں بھی جا بجا اس میں نظر آتی ہیں، مثلاً مولانا کا کہنا ہے کہ اسلامی حکومت کی اصل ضرورت قرآن کی حفاظت کے لیے تھی اور اس زمانہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں رہ گئی ہے وغیرہ، ان خیالات پر اہل علم کو اپنی رائے ظاہر کرنی چاہیے۔

مولانا وحیدالدین خاں صاحب کے بارے بہت سے لوگ الزام دیتے ہیں کہ وہ ہمیشہ مغرب کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں، مگر علی الاطلاق ایسا نہیں ہے جیسا کہ اس کتاب کے متعدد مباحث سے معلوم ہوتا ہے اور جس کی طرف اوپر مختصراً اشارہ کیا گیا ہے۔

راقم نے اس کتاب کو بے حد مفید پایا۔ تاہم ایک کمی جو واضح طور پر محسوس ہوئی وہ یہ ہے کہ اس پوری کتاب میں کہیں بھی مرتب کتاب جناب مولانا محمد ذکوان ندوی کا نام نہیں ہے۔ کسی علمی وتحقیقی کتاب کے لیے یہ ایک نقص کی بات ہے۔ مرتب ومدون کا نام نہ دینا سراسر جدید اصولِ تصنیف کے خلاف ہے۔ مولانا کو بڑی شکایت یہ ہے کہ مسلمانوں نے ان کا اعتراف نہیں کیا، لیکن خود ان کے ہاں اعتراف تو کجا، چھوٹوں کی حوصلہ افزائی تک نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ بین الاقوامی معیار کے جو ناشرین ہیں وہ بھی اکنالجمنٹ کا زبردست اہتمام کرتے ہیں۔ گڈورڈ جیسے بڑے ادارے میں اس چیز کا عدم اہتمام حیرت انگیز ہے۔